نظم وضبط۔۔۔ حضرت علیؑ کی نظر میں

آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای مدظلہ العالی

آج میں امیرالمومنینؑ کے چند کلمات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ جو انھوں نے اپنے وصیت نامہ میں تحریر فرمائے ہیں۔ انھوں نے یہ وصیت نامہ اپنے فرزندوں اور رشتہ داروں کے لئے تحریر فرمایا لیکن خود نہج البلاغہ میں اس وصیت نامہ کے مطابق اس کے مخاطب وہ تمام لوگ ہیں کہ جن تک یہ وصیت نامہ پہنچے گا یعنی ہم بھی اس وصیت نامے کے مخاطبین میں شامل ہیں۔ یہ وہی معروف وصیت نامہ ہے کہ جس میں چند جملوں کے بعد فرماتے ہیں: ''میں تم دونوں، اپنے خاندان والوں اور ہر اس شخص کو کہ جس تک میرا یہ پیغام پہنچے گا، تقویٰ اختیار کرنے، اپنے کاموں کو منظم کرنے اور آپس میں ایک دوسرے کی اصلاح کی وصیت کرتا ہوں۔

اس وصیت میں تقریباً بیس مطالب ذکر ہوئے ہیں اور یہ بات بہت واضح ہے کہ اگر کوئی انسان اور وہ بھی اپنی زندگی کے آخری لمحوں میں وصیت تحریر کرے گا تو ان ہی مطالب کو تحریر کرے گا جو اس کی نگاہ میں زیادہ اہم ہیں۔ امیرالمومنینؑ نے اس وصیت کو ابن ملجم (ملعون) کی تلوار سے زخمی ہونے کے بعد ارشاد فرمایا اور بیس اہم مطالب ذکر فرمائے جیسے دنیا پرستی کی مذمت، قرآن، حج و جہاد کی عظمت اور یتیم اور پڑوسی کے حقوق وغیرہ۔ بندۂ ناچیز نے ان مطالب میں سے دو کا انتخاب کیا ہے اور چاہتا ہوں کہ انھیں یہاں بیان کروں۔ ایک: ''نظم امرکم'' (اپنے کاموں کو منظم کرنا) اور دوسرا ''صلاح ذات بینکم'' یعنی دوستوں میں الفت ومحبت کا ماحول پیدا کرنا۔ حضرت علیؑ کی وصیت میں ان کا ذکر ہونا ان کی اہمیت پر دلالت کے لئے کافی ہے۔ انسان کے لئے نظم وضبط کی اہمیت اس وقت اور بڑھ جائے گی کہ جب وہ اپنی عملی زندگی میں اس کے صحیح معنی اور مفہوم سے استفادہ کرے۔ نظم یعنی ہر چیز کا اس کے صحیح مقام پر موجود ہونا۔ یہ وسیع وعریض کائنات، یہ پہناور زمین اور ہمارے سر پر موجود یہ نیلگوں آسمان، ان سب پر نظم وضبط کا ایک قانون حاکم ہے اور اس نظم وضبط کو کائنات میں رونما ہونے والے تمام امور اور حقائق میں محسوس کیا جاسکتا ہے۔ انسان بھی اسی کائنات کا ایک جزء ہے اور اس میں بھی نظم وضبط کا بخوبی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے بلکہ ہر انسان کی زندگی ایک طبیعی قانون کے تحت پروان چڑھ رہی ہے۔

خون کی گردش، دل کی دھڑکن، پھیپھڑوں کی حرکت اور ان جیسے کئی امور اور حرکات کہ جو بدن انسانی میں انجام پارہی ہیں، ایک خاص نظم کے تابع ہیں اور اسی طرح اگر انسان کے تمام افعال منظم ہوں تو اس کے اردگرد پھیلی ہوئی کائنات سے اس کے روابط ہم آہنگ اور منظم ہو جائیں گے۔ انسان کا اپنے تمام افعال میں منظم ہونا اسے اس بات کا موقع فراہم کرتا ہے کہ وہ ہر چیز سے صحیح طور پر استفادہ کرے لیکن اگر انسانی جسم میں بے نظمی پیدا ہوجائے

یا کوئی بیماری اس کا نظم بگاڑ دے (جب کہ بے نظمی بذات خود ایک بیماری ہے) تو ایسا انسان کئی چیزوں سے محروم ہوجاتا ہے۔ بالکل یہی حال انسان کے کاموں کا ہے، زندگی شخصی ہو یا اجتماعی (اگر نظم نہ ہوتو اسے ہمیشہ محرومیت کا سامنا کرنا پڑے گا) نظم اہمیت رکھتا ہے، البتہ نظم وضبط کا میدان بہت وسیع ہے۔ اس نظم میں انسان کی شخصی زندگی سے لے کر اس کے کام کرنے کی جگہ اور اس کی نجی زندگی میں اس کے کمرہ تک کہ آیا اس کا ذاتی کمرہ منظم ہے یا نا منظم، اسی طرح اس کے شخصی امور جہاں یہ کام کرتا ہے اور تعلیم حاصل کرتا ہے، ان چیزوں کے علاوہ اس کے اجتماعی اور سماجی ماحول ومعاشرے کا نظم وضبط اور اجتماعی نظام کی بنیادیں تک اس قانون نظم میں شامل ہیں یعنی ''خاص منظم ڈھانچہ'' کہ جو فلسفی نظریے کا تابع ہے۔ یہ تمام امور حضرت علیؑ کی وصیت کی اس عبارت ''نظم امرکم'' میں موجود ہیں۔

امیرالمومنینؑ نے نظم وضبط کے ذکر سے پہلے تقویٰ کی طرف اشارہ فرمایا ہے: ''وصیت کے ابتدائی حصہ میں بھی تقویٰ کا ذکر موجود ہے کہ ''میں تم دونوں کو تقویٰ الٰہی کی وصیت کرتا ہوں کہ کبھی دنیا کے پیچھے نہ جانا۔۔۔'' لیکن دو جملوں کے بعد فرماتے ہیں: ''میں تم دونوں بیٹوں اور اپنی تمام اولاد کو تقویٰ الٰہی اور اپنے امور کو منظم کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔'' شاید یہاں دوبارہ ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ نظم وضبط جو انسان کی شخصی ونجی یا اجتماعی زندگی میں مطلوب ہے، اسے تقویٰ الٰہی کے زیر سایہ قرار دینا چاہئے اور ہمیشہ اسے تقویٰ کے ساتھ ہم آہنگ اور قدم بقدم ہونا چاہئے۔ بس یہ ایک ایسی وصیت ہے کہ جس میں ہماری زندگی کے تمام مراحل شامل ہیں، شخصی زندگی ہو یا اہل خانہ کے ساتھ میل ملاپ، علم کا میدان ہو یا کسب معاش کی دنیا، اسی طرح وہ تمام امور جو ہم معاشرے میں انجام دے رہے ہیں، نظم وضبط اور صحیح منصوبہ بندی کا خیال کرتے ہوئے ہمیں تمام میدانوں میں قدم رکھنا چاہئے خصوصاً اجتماعی اور معاشرتی خدمت انجام دینے والا انسان چاہے کسی بھی عہدہ پر ہو، اسے معاشرے میں اجتماعی نظم وضبط کا خیال رکھنا چاہئے۔

قوانین کی رعایت، بھائی چارگی، مروّت، ثروت اندوزی سے اجتناب، دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ نہ ڈالنا اور ان کا احترام، وقت کی اہمیت کا خیال رکھنا، چاہے اپنا ہو یا دوسروں کا، ٹریفک کے قوانین کی پابندی، مالی، تجارتی اور ان جیسے دوسرے مسائل میں قوانین کی پیروی، سب کے سب نظم وضبط میں شامل ہیں اور اسی طرح منظم ہونے کے مصادیق میں سے ایک اہم مصداق معاشرے میں انجام پانے والے ہمارے کام، افکار، عقائد اور نعروں میں ہم آہنگی کا تعلق نظم وضبط سے ہی ہے۔ سب سے خطرناک بے نظمی یہ ہے کہ کسی معاشرہ کی فکری اور اعتقادی بنیادیں اور وہ چیزیں کہ جن پر ایک معاشرہ ایمان اور عقیدہ رکھتا ہے، کچھ اور ہوں جب کہ معاشرے میں انجام دیئے جانے والے کاموں کا ان افکار، عقائد اور ایمان سے کوئی تعلق نہ ہو، یہ ایک طرح کے دوغلے پن اور نفاق کو وجود میں لانے کا باعث بنتا ہے جو بذات خود بہت خطرناک بات ہے۔

اسلام کا نعرہ لگانا اور بار بار اس کی تکرار کرنا جب کہ عمل میں اسلامی قوانین کا خیال نہ رکھنا، انسانی حقوق کو اپنے منشور کا بنیادی اور اساسی رکن قرار دینا جبکہ عمل میں حقوق

بشر کی دھجیاں اُڑانا (خصوصاً انسانی حقوق کے دفاع کے نام پر ان کی پائمالی آج کے دور میں ایک بین الاقوامی بلا بن چکی ہے)، آزادی کے نعرے لگانا جبکہ عملاً دوسروں کی آزادی کو ملحوظ خاطر نہ رکھنا، قانون اور قانون کے مطیع وفرمابردار ہونے جیسے مقدس ناموں سے اپنی شان بڑھانا اور عملاً خود کو قانون سے مافوق شمار کرنا، یہ سب بڑی برائیاں ہیں اور واضح وآشکار مصداق ہیں بے نظمی کے۔ وہ عہدیدار حضرات کہ جو اصول وقوانین وضع کرنا یا ان کا نفاذ چاہتے ہیں انھیں چاہئے کہ وہ سب زیادہ ان قوانین کے پابند ہوں اور عوام کو بھی ان قوانین اور اجتماعی نظم وضبط کا خیال رکھنا چاہئے۔

دوسرا نکتہ ''صلاح ذات بینکم'' ہے، آپس میں اصلاح کرنے سے امیرالمومنینؑ کی مراد اور خصوصاً اپنے اہم وصیت نامے میں اس کا تذکرہ کرنا صرف اس وجہ سے نہیں ہے کہ ظاہری اتحاد ہو جائے یا دو گروہ آپس میں حلیف ورفیق بن جائیں یا ان کا کسی موضوع پر متحد ہو کر آپس میں قرارداد کا طے کر لینا وغیرہ وغیرہ نہیں! بلکہ ان امور سے امامؑ کی مراد بہت بلند ہے، اس طرح کہ ایک دوسرے سے صاف دل سے ملاقات کریں، ایک دوسرے کے لئے ذہنیت بالکل پاک ہو جائے، کسی کے حقوق سے تجاوز اور اذیت وآزار پہنچانے کا خیال بھی دلوں میں نہ آئے اور افراد آپس میں ایک دوسرے کے لئے اپنے فکر وخیال میں بھی برا تصور نہ لائیں۔

اس عبارت یعنی ''صلاح ذات بینکم'' کے فرمانے کے بعد امیرالمومنینؑ نے گواہ کے طور پر پیغمبر اکرمؐ کا قول نقل کیا: وانّی سمعتُ جدّکما صلی اللہ علیہ وآلہ وسلیقول: ''صلاح ذات البین افضل من عامۃ الصلاۃ والصیام'' کہ میں نے تم دونوں کے جدؐ سے سنا کہ انھوں نے فرمایا کہ ''آپس میں دلوں کا قریب کرنا ہر نماز اور روزے سے افضل ہے''، یعنی لوگوں کو قریب کرنا اور ان کے فکر وخیال کو ایک دوسرے کے لئے اچھا بنانا (مستحب) نماز اور روزے سے افضل ہے یعنی اگر کوئی مستحبی نماز پڑھتا اور روزہ رکھتا ہے یا دلوں کو نزدیک کرنے والا کوئی بھی عمل انجام دیتا ہے تو یہ دوسرا کام پہلے کام پر افضلیت رکھتا ہے۔ یہ ہے وہ چیز کہ جس کی ہمیں آج سب سے زیادہ ضرورت ہے۔

ملت ایران کے دشمنوں نے سنجیدگی کے ساتھ جن کاموں پر توجہ دی ہے ان میں ایک یہی ہے کہ معاشروں کے مختلف طبقات کے درمیان نفرت کی فضا ایجاد کی جائے۔ انھوں نے سیاسی، مذہبی اور دیگر عوامی طبقوں کے درمیان تنفّر اور دوری کی فضا قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس تمام عرصے میں استعماری طاقتوں خصوصاً برطانوی استعمار (کہ جو پورے مشرق وسطیٰ اور ہمارے ملک سمیت دوسرے ممالک پر مسلط تھا) اسی سیاست پر کاربند رہا اور پھر دوسروں نے بھی اس سے یہی گُر سیکھ لیا۔ امریکہ بھی آج اسی سیاست پر عمل پیرا ہے۔ ایرانی قوم کے تمام دشمن آج اسی پروگرام پر عمل کر رہے ہیں کہ مختلف سماجی طبقوں اور گروہوں کو آپس میں ایک دوسرے کے مخالف، بدظن اور دست گریباں کریں اور یوں انھیں (ہمیشہ ہمیشہ کے لئے) ایک دوسرے سے دور اور متنفّر کر دیں۔ ایسے اختلافات انقلاب سے پہلے بھی وجود رکھتے تھے اور اس کام پر بہت خطیر رقم خرچ کی گئی تھی کہ علماء اور یونیورسٹی کے طالب علموں کے مابین، فوجی اور عوامی طبقوں اور دانش منداور مفکر طبقے اور تاجروں کے درمیان اختلافات کو ہوا دی جائے لیکن امام خمینیؒ نے اس انقلاب کی برکت اور خصوصاً اپنی اصلاحی تحریک کی بدولت ان تمام اختلافات کو جڑ

سے اُکھاڑ پھینکا۔ آج چند سالوں کے بعد دشمن دوبارہ اسی کوشش میں ہے کہ تمام طبقوں میں دوبارہ ان ہی اختلاف کو ہوا دی جائے۔ وہ تمام مذہبی گروہوں کو آپس میں ایک دوسرے کا دشمن بنانے کی فکر میں ہے کیونکہ جب عوامی اتحاد کا شیرازہ بکھر جائے تو دشمن کے اثر ونفوذ کی راہیں کھل جاتی ہیں۔ دشمن ان ہی اختلافات کا سہارا لے کر کسی معاشرے یا ملک میں اپنے قدم جماتا ہے تاکہ اپنی سیاست چمکا سکے۔ لہٰذا ہمیں بہت احتیاط سے قدم اُٹھانا ہوگا۔

آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ دشمنوں کی پروپگنڈا مشینری چند خاص چیزوں کو اپنا ہدف بناتی ہے جن میں سے ایک اسلامی جمہوریہ ایران کا داخلی نظام ہے۔ حکومتی نظام کے مخلص اور خدمت گذار عہدے داروں کو دستوں میں تقسیم کرتے رہتے ہیں، ہر دستہ کو ایک خاص نام بھی دیتے ہیں اور چند نادان دوست ان کی باتوں پر یقین بھی کر لیتے ہیں حتیٰ کہ ان ہی کے دیے ہوئے ناموں کو زبان سے ادا بھی کرتے رہتے ہیں، ہر یہ سوچے سمجھے بغیر کہ یہ الفاظ ان کے اپنے نہیں بلکہ دشمن نے رٹائے ہیں۔ حکومتی عہدے داروں کو دو گروہوں میں تقسیم کرنے کا اعلان کرتے ہیں کہ ہم فلاں دستہ یا گروہ کے ساتھ ہیں اور فلاں دستہ کے مخالف یا ان میں ایک اصلاح طلب ہیں اور دوسرے محافظ کار (انتہا پسند)۔ یہ سب دشمن کا بُنا ہوا جال ہے اور ہم سب کو بہت احتیاط سے عمل کرنا چاہئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم ان سازشوں کا شکار ہو جائیں۔ یہاں امیرالمومنینؑ ہم سے مخاطب ہیں **''صلاح ذات بینکم''** دلوں کو ایک دوسرے کے لئے صاف اور آپس میں نزدیک کرو۔۔۔۔ روش اور طریقہ کار کے اختلاف کو دشمن میں تبدیل نہ کرو۔۔۔۔ اختلاف نظریا یا اختلاف روش حتیٰ کہ عقائدی، سیاسی اور دینی اختلاف بھی (جب تک اس نظام کی بنیادوں میں خلل ایجاد کرنے کا باعث نہ ہو) دشمنی اور آپس میں جدائی کا سبب نہیں بننا چاہئے۔

امیرالمومنینؑ نے اپنی پوری زندگی کو (ایسی زندگی کہ جس کا ہر لمحہ ایک عمر طولانی کے برابر تفسیر کئے جانے کے قابل ہے) اپنے زمانے کے معاشرے اور رہتی دنیا تک آنے والی انسانیت اور اسلامی معاشرے کی ہدایت اور تعمیر کے لئے وقف کر دیا تھا۔ ہماری ملت کی خوش نصیبی ہے کہ ہم ایک علوی ملت ہیں، انھیں کے معتقد، انھیں کے مرید اور عاشق۔ اس محبت کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ ہم اس عظیم شخصیت کی باتوں کو غور سے سنیں، اس کی نصیحتوں کو سطحی اور غیر اہم شمار نہ کریں بلکہ عملی میدان میں ان نصیحتوں سے راہنمائی حاصل کریں۔ اس عظیم شخصیت نے اپنی پوری زندگی اسی مقصد کے حصول میں گزاری اور آخرکار اسی راہ میں شہادت پائی، **''قتل فی محراب عبادته لشدة عدله''** (یہ عظیم شخصیت عدل وانصاف کے بارے میں اپنے سخت گیر اور ٹھوس موقف اختیار کرنے کی وجہ سے اپنی محراب عبادت میں شہید کر دی گئی)۔ ہم زیارت عاشور میں یہ عرض کرتے ہیں کہ: **''السلام علیک یا ثار اللہ و ابن ثارہ''** کہ امام حسینؑ کے خون کی طرح حضرت علیؑ کے خون کا بدلہ لینے والا بھی خدا ہی ہے کیونکہ یہ خون بھی حق کی بالا دستی اور عدل وانصاف کو زندہ کرنے کے لئے بہا ہے۔

ہمیں چاہئے کہ اس عظیم شخصیت کے پاکیزہ خون اور اس عظیم ولیؑ خدا کے احترام میں ان کی نصیحتوں پر عمل کریں کیونکہ ہم سب ان کی نصیحت کے مخاطب ہیں۔

☆☆☆